مولانا محمد شہاب الدین ندوی
ناظم فرقانیہ اکیڈمی و چیئرمین دار الشریعہ، بنگلور (انڈیا)

زکاۃ کا اجتماعی نظام اور

اس کی اہمیت و افادیت!

اسلامی شریعت کی روشنی میں ایک جائزہ

زکاۃ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے جو ملتِ اسلامیہ کے معاشی و تعلیمی سدھار کی غرض سے فرض کیا گیا ہے۔ نماز جس طرح حقوق اللہ کی نمائندگی کرتی ہے اسی طرح زکاۃ حقوق العباد کی مظہر نظر آتی ہے۔ چنانچہ ان دونوں کی اہمیت کے پیش نظر قرآن مجید میں ان دونوں کا تذکرہ یکجا طور پر ۲۶ مقامات میں آیا ہے۔ اور اہل اسلام کو تاکید کی گئی ہے کہ نماز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ زکاۃ ادا کرتے رہیں۔ ایک موقع پر یہاں تک کہا گیا ہے کہ اسلامی حکومت کا اولین فریضہ اقامتِ صلاۃ اور زکاۃ کی ادائیگی (کا نظام قائم کرنا) ہے۔ جیساکہ ارشاد باری ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ:

وہ لوگ جن کو ہم زمین میں حکومت عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا (یعنی زکوٰۃ کا نظام جاری کریں) (حج: ۴۱)

چنانچہ سلسلۂ ایمانیات کے بعد سب سے پہلے جو چیز فرض ہوتی ہے وہ یہی دو امور ہیں، جیساکہ قرآن مجید کی حسب ذیل تصریح سے ظاہر ہوتا ہے۔

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ:

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی۔ (توبہ: ۱۸)

اور احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے جب کبھی اسلامی احکام کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ترتیب کے لحاظ سے نماز کے بعد زکوٰۃ کا تذکرہ فرمایا۔ اسی وجہ سے تاکید ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے اہل اسلام کو کبھی غافل نہ رہنا چاہیئے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ:

ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر، نماز پڑھنے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتے۔ (نور: ۳۷)

ایک موقع پر تو زکوٰۃ نہ دینے والوں کو قیامت کا انکار کرنے والے قرار دیا گیا ہے۔

الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ۔

جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے اُن کا حال یہ ہے کہ وہ آخرت کے منکر ہیں (حٰم سجدہ : ۷)

سماجی بہبود کا ایک جامع نظام

زکوٰۃ کی اس قدر تاکید کیوں ہے؟ تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے حقوق العباد کی ادائیگی مقصود ہے، تاکہ اسلامی معاشرہ میں بہت زیادہ ناہمواریاں نہ ہوں، غریبوں اور محتاجوں نیز دیگر حاجت مندوں کی دیکھ بھال ہوتی رہے، اور کوئی بھی بندہ اپنی بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے۔ نماز جس طرح بدنی عبادت ہے اسی طرح زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے، جو ایک طرف امیروں اور غریبوں کو جوڑتی نیز انسانی ہمدردی اور ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی پر اُبھارتی ہے تو دوسری طرف بخل اور کنجوسی کے مرض کو دور کر کے مال کا تزکیہ کرتی اور خداوند کریم کی خوشنودی کا باعث بنتی ہے جس نے اپنی حکمت و مصلحت کی رُو سے کسی کو امیر بنایا ہے تو کسی کو غریب تاکہ ہر ایک کی آزمائش پوری ہو کر کون بندہ اُس کے احکام پر چل کر آخرت کا طالب بنتا ہے۔ اسلام کی نظر میں مال و دولت اللہ تعالیٰ کی ایک امانت ہے، لہٰذا اس امانت کا صحیح استعمال ہونا چاہیئے اور اس میں کسی قسم کی کنجوسی یا بے اعتدالی نہیں ہونی چاہیئے۔

غرض اسلام میں زکوٰۃ کی بے انتہا اہمیت ہے جو معاشرتی سدھار کا ایک وسیلہ اور معاشی بہبود کی کنجی ہے اور یہ اسلام کا ایک اہم ترین امتیاز ہے کہ اُس نے غریبوں اور محتاجوں کی دیکھ بھال کے لیے ایک ایسا جامع نظام قائم کر دیا ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی، چنانچہ اُس نے ہر مالدار (صاحب نصاب) پر فرض کر دیا ہے کہ وہ اپنے فاضل مال کا ڈھائی فی صد حصہ بطور زکوٰۃ نکالے اور غریبوں، محتاجوں اور ناداروں یعنی معاشی جدوجہد کے میدان میں پیچھے رہ جانے والوں پر خرچ کرے۔

اجتماعی نظام اور معاشرہ کی شیرازہ بندی

اس اعتبار سے اسلام کا نظامِ زکوٰۃ معاشرتی فلاح و بہبود کا ایک ایسا جامع نظام ہے جس پر اگر صحیح معنی میں عمل کیا جائے تو اس سے نہ صرف مسلم معاشرہ کا سدھار ہو سکتا ہے بلکہ خود مسلم معاشرہ کی شیرازہ بندی بھی ہو سکتی ہے اور سب کو ایک لڑی میں پرویا جا سکتا ہے۔ اور یہ عمل اجتماعی زندگی کی طرف پہلا قدم ہوگا۔ کیوں کہ مسلم معاشرہ میں جو ناہمواریاں اور بے اعتدالیاں دکھائی دے رہی ہیں وہ ایک تو بے اجتماعی زندگی اور دوسرے زکوٰۃ کو اندھا دھند طریقے سے خرچ کرنے کے باعث ہیں۔ اگر زکوٰۃ کو صحیح انداز میں خرچ کیا جائے تو اس سے مستحق لوگوں کو نہ صرف اُن کا حق مل سکتا ہے بلکہ بے شمار فوائد بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں ہمارے بہت سے معاشرتی، اقتصادی اور تعلیمی مسائل بھی حل ہوتے ہیں۔ لیکن ان فوائد کے حصول کے لیے زکوٰۃ کے نظم اجتماعی کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ

زکوٰۃ انفرادی طور پر ادا کرنے سے وہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے جو اجتماعی طور پر مطلوب ہیں۔ کیونکہ نظم اجتماعی کے فوائد و مصالح عوام کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ اور بالدار لوگ اکثر و بیشتر نام و نمود اور نمائش کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے اصل حقدار اس خدائی امداد سے محروم رہ جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ معاشرتی ناہمواریاں جیسی کی تیسی ہی رہتی ہیں۔ کیونکہ غیرت مند اور خود دار لوگ مالداروں کی ڈیوڑھیوں پر زکوٰۃ مانگنے نہیں جاتے۔ اور اس کا ایک دوسرا اور بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ زکوٰۃ کی انفرادی ادائیگی سے جماعتی زندگی کو نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ جماعتی نظام کے لیے زکوٰۃ ایک اہم وسیلہ ہے اور اس کے نظم سے ملت کی شیرازہ بندی عمل میں آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ملی مصالح اور اس کی ضروریات کو ارباب حل و عقد ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ مگر چونکہ موجودہ دور میں جماعتی زندگی یا اجتماعیت کا تصور ہی زائل ہو گیا ہے اس لیے "زکوٰۃ" کے اجتماعی فوائد بھی نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔

چنانچہ علامہ سید سلیمان ندوی اس سلسلے میں تحریر کرتے ہیں: "اسلام کی تنظیمی زندگی صرف دو بنیادوں پر قائم ہے، جن میں سے ایک روحانی اور دوسری مادی ہے۔ اسلام کا نظام روحانی نماز با جماعت ہے، جو کسی مسجد میں ادا ہو، قائم ہوتا ہے۔ اور نظام مادی زکوٰۃ ہے جو کسی بیت المال میں جمع ہو کر تقسیم ہو، مرتب ہوتا ہے، اسی لیے یہ دونوں چیزیں اسلام میں ساتھ ساتھ نظر آتی ہیں اور ان کی انفرادی حیثیت کے ساتھ ان کی اجتماعی حیثیت پر بھی شریعت محمدی نے خاص زور دیا ہے۔ نماز جس طرح جماعت اور مسجد کے بغیر بھی انجام پا جاتی ہے، لیکن اپنی فرضیت کے بعض مقاصد سے دور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ بیت المال کی مجتمع صورت کے علاوہ بھی ادا ہو جاتی ہے، مگر اس کی فرضیت کے بعض اہم مقاصد فوت ہو جاتے ہیں۔" [1]

آٹھ مصارف اور تین میدان

لہٰذا ملت کے سدھار اور مسلم معاشرہ کو صحیح رخ پر ڈالنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم زکوٰۃ کی روح اور اس کی اسپرٹ کے مطابق صحیح خطوط پر کام کریں۔ اس سلسلے میں تین میدانوں میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ان میں سے دو عوامی اور ایک خصوصی (جماعتی) نوعیت کا ہے۔ اور قرآن مجید میں زکوٰۃ کے جو آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں، اُن کی روح کے مطابق یہ تین میدان حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مسلم معاشرہ کا معاشی سدھار اور ان کی ضروریات کی تکمیل۔
۲۔ مسلم معاشرہ کا تعلیمی سدھار اور اُس کی ناخواندگی کو ختم کرنا۔
۳۔ اعلائے کلمۃ اللہ (خدا کی بات کو بلند کرنے) کے لیے جدوجہد کرنا۔

---

[1] سیرت النبی: ۵/۱۵۳، نواں ایڈیشن، ۱۹۷۷ء

چنانچہ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے فی سبیل اللہ کو چھوڑ کر بقیہ ساتوں پہلے دو میدانوں کے گرد گھومتے ہیں۔ اور اعلاءِ کلمۃ اللہ فی سبیل اللہ کے دائرہ میں آتا ہے جس کی نوعیت اجتماعی قسم کی ہے۔ بالفاظ دیگر زکوٰۃ کے سات مصارف افراد سے متعلق ہیں اور ایک مصرف ملّت اسلامیہ کی اجتماعی زندگی سے متعلق ہے۔ اور اس کے تحت وہ لوگ آتے ہیں جو دین وملت کے مفاد کے لیے کام کر رہے ہوں۔ اسلام نے یہ مصرف (فی سبیل اللہ) اپنے ابدی نصوص میں رکھ کر بڑی دوراندیشی اور دقت نظر کا ثبوت دیا ہے۔

واضح رہے فی سبیل اللہ کی تفسیر عموماً جہاد کے لفظ سے کی جاتی ہے۔ اور جہاد کی دو شکلیں ہیں۔ ایک جہاد عسکری اور دوسرے جہاد علمی۔ کیونکہ حدیث نبوی کی تصریح کے مطابق جہاد جس طرح ہاتھ اور تلوار کے ذریعے کیا جاتا ہے، اسی طرح وہ زبان اور قلم کے ذریعہ بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے

جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مشرکوں سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد کرو۔ [۱]

اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔

إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهِ وَلِسَانِهِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اور اپنی زبان کے ذریعہ جہاد کرتا ہے [۲]

موجودہ دور میں اہل اسلام کے لیے عسکری جہاد سے زیادہ علمی و دعوتی جہاد کی بڑی اہمیت ہے۔ کیوں کہ آج مسلمان عسکری جہاد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ اور جہاد اصلاً دعوت اسلامی یا اشاعت اسلام ہی کا دوسرا نام ہے، جو دین حق کی مدافعت کے لیے ہو۔ اور ان دونوں کی غایت اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ اس موضوع پر راقم سطور نے اپنی کتابوں میں تفصیلی بحث کی ہے۔ للہذا موجودہ دور میں الحادی علوم اور لادینی تحریکوں کا مقابلہ اور ان کی بیخ کنی کرنے کے لیے (جنہوں نے مسلمانوں کو طرح طرح کے فتنوں میں مبتلا کر کے ان کے دین و ایمان کو غارت کر رکھا ہے) نئے طرز کے علمی و دعوتی مرکزوں کا قیام اور مسلم نوجوانوں کی خصوصی تربیت نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح ایسے علمی و تحقیقی اداروں کی بھی سخت ضرورت ہے جو فکری و نظریاتی اعتبار سے اسلام کو ایک بہتر نظام ثابت کر کے اسلامی نشاۃ ثانیہ کی راہ ہموار کر سکیں۔ اور اس مقصد کے لیے داعیان اسلام کی تربیت اور تحقیقی کام کرنے والے

---

[۱] ابوداؤد کتاب الجہاد، ۳/ ۲۲-۲۳ مطبوعہ حمص (شام)

[۲] مسند احمد، ۲/ ۴۵۶، مطبوعہ بیروت

مصنفین و محققین کی تیاری اشد ضروری ہے۔ اور ان میدانوں میں کام کرنے والوں کے لیے زکوٰۃ کے مال سے وظائف جاری کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ آج اسلامی نظام کی افادیت اور اس کی برتری ثابت کرنا اہل اسلام کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا ہے عصر جدید میں اسلامی تعلیمات پر چاروں طرف سے حملے ہوئے ہیں اور سیاسی میدان میں مسلمانوں کا جینا دوبھر کیا جا رہا ہے۔ ایسے نازک دور میں "فی سبیل اللہ" کے مصرف کو حرکت میں لانا بہت ضروری ہو گیا ہے مگر عوام ان مسائل اور ان کی افادیت و اہمیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا ان مقاصد کے حصول کے لیے زکوٰۃ کا اجتماعی نظام قائم کرنا ہے۔ کیونکہ اسلامی شریعت کی رُوح اور اس کی اسپرٹ کے مطابق زکوٰۃ کے تمام مصارف کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے ہر مصرف پر اُس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جا سکے۔ ورنہ دین ابدی کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے اور دین الٰہی کو کبھی غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ آج مسلمانوں پر جو نحوست طاری ہے اُس کی ایک بہت بڑی وجہ یہی ہے کہ آج زکوٰۃ کا نظام پوری طرح بگڑ کر رہ گیا ہے اور ہر طرف بدنظمی اور پراگندگی نظر آ رہی ہے۔ وہ نظام جس کو اللہ تعالیٰ نے مسلم معاشرہ کے استحکام کا ذریعہ بنایا تھا وہ اب بالکل مردہ اور بے جان دکھائی دے رہا ہے اور اصلاح کا کسی کو احساس ہی نہیں رہ گیا ہے۔ یہ صورت حال بڑی اندوہناک ہے جو ہر حسّاس اور دردمند شخص کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے۔

زکوٰۃ کے اجتماعی نظام کے سلسلے میں آج کل بڑی غلط فہمیاں پائی جا رہی ہیں اور بعض حلقوں میں اسے غیر ضروری ہی نہیں بلکہ خلاف شریعت تک کہا جا رہا ہے۔ لہٰذا ضروری معلوم ہو کہ اس مسئلے پر ایک تحقیقی نظر ڈال کر اس کے تمام پہلوؤں کو پوری طرح اُجاگر کیا جائے۔

زکوٰۃ کا اجتماعی نظام قرآن کی نظر میں

اللہ تعالیٰ نے اسلامی حکومت کی سب سے پہلی جو ذمہ داری بیان کی ہے وہ یہی ہے کہ اقتدار میں آنے کے بعد وہ نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کرے۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں اسلامی نظام کی اوّلین علامت ہیں۔ کیونکہ نماز حقوق اللہ کی نمائندگی کرتی ہے تو زکوٰۃ حقوق العباد کی مظہر نظر آتی ہے۔ چنانچہ دور اوّل میں جب مہاجرین کو خلافت ارضی کی بشارت سنائی گئی تو ان کے فرائض اس طرح بیان کیے گئے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ :

وہ لوگ جن کو ہم زمین میں حکومت عطا کر دیں تو وہ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، معروف کا حکم دیں اور منکر سے روکیں۔ (حج : ۴۱)

یہ آیت کریمہ خاص کر خلفائے راشدین پر صادق آتی ہے جن کا دورِ اقتدار مذکورۂ بالا چاروں اوصاف کا جامع تھا۔ ؎

اس لحاظ سے یہ فرائض اربابِ اقتدار کے ہیں کہ وہ ہر جگہ نماز باجماعت کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ کا نظام قائم کریں۔ اس موقع پر اربابِ اقتدار کو زکوٰۃ ادا کرنے کا جو حکم دیا جا رہا ہے وہ ظاہر ہے کہ اپنی ذاتی زکوٰۃ نہیں بلکہ رعایا سے وصول کی ہوئی زکوٰۃ کی ادائیگی مراد ہے، جو شریعت کے تصریح کردہ مصارف میں صرف کی جائے۔ چنانچہ اسلام کا صدرِ اوّل اس نظام کا بہترین نمونہ دکھائی دیتا ہے۔ جیسا کہ ہم دورِ رسالت اور خلفائے راشدین کے عہد میں اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں مزید دو آیات ملاحظہ ہوں جن کی رو سے زکوٰۃ کے اجتماعی نظام کی تاکید نکلتی ہے۔

۱۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ؛

آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ وصول کیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک و صاف کر دیں گے۔ اور ان کے لیے دعا کیجئے کیونکہ آپ کی دعا ان کے لیے تسکین کا باعث ہے اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔ (توبہ: ۱۰۳)

یہ حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے توسط سے پوری اُمت کو دیا جا رہا ہے۔ اور اس حکم کے مقتضا پر خلفائے راشدین نے پوری طرح عمل کیا۔ اس موقع پر لفظ اموال ''مطلقاً'' مذکور ہے جس میں ہر قسم کے اموال شامل ہیں۔ خواہ وہ مویشی اور غلہ جات ہوں یا سونا، چاندی اور مالِ تجارت۔ جیسا کہ فقہائے مفسرین نے تصریح کی ہے۔ چنانچہ امام جصاص رازیؒ تحریر کرتے ہیں۔

(خذ من اموالهم صدقة) عمومٌ في سائر أصناف الاموال، ومقتضٍ لأخذ البعض منها اذا كانت من مقتضى التبعيض۔ وقد دخلت على عموم الأموال، فاقتضت ايجاب الأخذ من سائر أصناف الأموال بعضها۔ ومن الناس من يقول انه متى أخذ من صنفٍ واحد فقد قضى عهدة الآية ۔ والصحيح عندنا هو الأول۔ وكذلك كان يقول شيخنا أبو الحسن الكرخي۔

یہ آیت ہر قسم کے اموال کے لیے عام ہے۔ اور وہ ان میں سے کچھ حصہ لیے جانے کی بھی مقتضی ہے جب کہ تقاضا کچھ حصہ لیے جانے کا ہو۔ چونکہ وہ اموال کی عمومیت پر داخل ہے اس لیے وہ تمام قسم اموال میں سے کچھ حصہ

؎ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر، امام رازی: ۲۳/۴۱، مطبوعہ تہران، نیز تفسیر ابو سعود: ۱۰۹/۶ مطبوعہ بیروت۔

یے جانے کو واجب قرار دیتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کسی ایک صنف سے زکوٰۃ لے لی جائے تو آیت کا تقاضا پورا ہو جائے گا۔ لیکن صحیح بات پہلا قول ہے۔ اور یہی بات ہمارے شیخ ابوالحسن کرخی فرمایا کرتے تھے [1]۔

نیز موصوف نے اس آیت کے تحت مزید تحریر کیا ہے کہ ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ (خواہ وہ اموال ظاہرہ ہوں یا باطنہ) کی وصولی امام کا حق ہے۔ مویشی اور غلوں کے علاوہ اموال (باطنہ، جیسے سونا چاندی اور مالِ تجارت) کی زکوٰۃ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے دور میں وصول کی جاتی تھی۔ چنانچہ موصوف پہلے اموال ظاہرہ (مویشی اور غلہ جات) کی زکوٰۃ کے بارے میں تحریر کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ ان کی وصولی کے لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے عُمّال مقرر کر رکھے تھے۔ لہٰذا اگر کسی نے خود سے زکوٰۃ ادا کی تو یہ بات جائز نہیں ہو گی۔

(خذ من اموالهم صدقة) يدل على أن اخذ الصدقات الى الامام۔ وانه متى اداها من وجبت عليه الى المساكين لم يجزه۔ لأن حق الامام قائم في أخذها۔ فلا سبيل له الى اسقاطه۔ وقد كان النبي صلى الله عليه وسلم يوجه العُمّال على صدقاتِ المواشي ويأمرهم بأن يأخذوها على المياهِ في مواضعها [2]

پھر اس کے بعد اموال (باطنہ) کے بارے میں اس طرح صراحت کرتے ہیں۔

وأما زكوٰة الأموال فقد كانت تحمل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر [3]۔

اسی طرح امام قرطبیؒ نے تحریر کیا ہے کہ یہ آیت اموالِ زکوٰۃ کے بارے میں مطلق طور پر وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا ہر قسم کے اموال کی زکوٰۃ (سرکاری طور پر) وصول کی جائے گی۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مویشی، غلے اور نقدی میں زکوٰۃ واجب قرار دی ہے۔

(خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً) مطلق غير مقيد بشرط في المأخوذ والمأخوذ منه ...... فتؤخذ الزكوٰة من جميع الأموال۔ وقد أوجب النبي صلى الله عليه وسلم الزكوٰة في المواشي والحبوب والعين [1]۔

۲۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے عاملین (زکوٰۃ وصول کرنے والوں) کو مقرر کرنے کا بھی (بقیہ ص۴۲ پر)

---

[1] احکام القرآن، جصاص رازی، ۳/ ۱۴۸، مطبوعہ بیروت۔

[2] و [3] ایضاً ۳/ ۱۵۵